''آثارالسنن''......تعارف،امتیازات،خصوصیات

قسط......اول

مولانا ذیشان صدیق
متخصص جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن

ہندوستان کی علمی تاریخ اسلامیانِ ہند کیلئے ہمیشہ مایہ ناز رہی ہے، یہاں کے علماء ومحققین ہر دور میں اپنے علم وفن کا لوہا منواتے چلے آئے ہیں، بعثت نبوی کے بعد سے آج تک شاید ہی کوئی صدی ایسی گزری ہو جس میں اس دھرتی کے اہل علم کی شہرت بیرونِ ہند نہ سنی جاتی ہو، چنانچہ ''سندھی، دیبلی، بامیانی، ملتانی، لاہوری، بوقانی، ملیباری، سراندیپی، ہندی''، نسبتوں کے حامل درجنوں ایسے علماء،فقہاء، ادباء اور شعراء کا تذکرہ تاریخ کا اہم حصہ ہیں جو کہ نہ صرف ہندوستانی ہیں، بلکہ اسلام کے زمانہ عروج کی اہم شخصیات میں ان کا شمار کیا جاتا ہے۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو''رجال السند والہند'' مؤلفہ قاضی اطہر مبارک پوری،المتوفیٰ ۱۴۱۷ھ)

دسویں صدی ہجری ہندوستان میں علم حدیث کے عروج کی صدی کہلاتی ہے۔ جب تمام دنیا سے اس علم کا سورج ڈوب رہا تھا اسی گھڑی اس کرہ میں اس کا طلوع ہوا چاہتا تھا، شیخ علی متقیؒ (المتوفی:۹۷۵ھ) اور علامہ طاہر پٹنیؒ (المتوفی:۹۸۶ھ) کی حدیثی خدمات اسی دور کا اہم شاہکار ہیں۔جن کے بعد مستقل ہر دور میں ان گنت ایسے رجال کار پیدا ہوئے جن کی علم حدیث میں کی گئی کاوشیں تشنگان علوم نبوت کی سیرابی کا سامان مہیا کرتی رہیں گی۔ انہیں میں ایک عظیم نام علامہ ظہیر احسن شوق نیموی رحمہ اللہ کا بھی ہے، جو اپنی کتاب ''آثارالسنن'' کی صورت میں فقہ حنفی سے وابستہ حضرات کیلئے خصوصا اور علوم حدیث کے طالب علموں کے لئے عموما ایسا گنجینہ گراں مایہ چھوڑ گئے ہیں، جس کی وجہ سے انہیں ہمیشہ متاخرین حنفیہ کے چوٹی کے محدثین میں

شمار کیا جاتا رہے گا۔ ذیل میں ان کی اسی معروف زمانہ کتاب ''آثار السنن'' کے حوالہ سے کچھ معروضات پیش کرنی ہیں۔

آثار السنن کی وجہ تالیف:

مذہب حنفی کو روز اول ہی سے مخالفت حدیث اور حدیث پر قیاس کو مقدم کرنے کا طعنہ دیا جاتا رہا ہے، اور احناف بھی شروع ہی سے ان اعتراضات کا دفعیہ کر کے اپنے موقف کی علمی بنیادوں کا ثبوت دیتے رہے ہیں، مگر برصغیر کے حنفی مسلمان تیرہویں صدی سے قبل اس جیسی کسی خاص آزمائش کا سامنا کرتے دکھائی نہیں دیتے، تیرہویں صدی کے وسط سے کچھ لوگوں کی جانب سے اس قسم کے اعتراضات کو سامنے لاکر فقہ حنفی کو مخالف حدیث ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور ائمہ کی تقلید کو باعث عیب گردانا جاتا ہے، علامہ عبد الحی لکھنویؒ اور نواب صدیق حسن خانؒ (المتوفی: ۱۳۰۷ھ) کے تحریری مناظرے اسی پس منظر میں ہوئے جو کہ ہندوستان کی علمی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود حنفی لٹریچر میں اب تک بلوغ المرام، عمدۃ الاحکام یا منتقی الاخبار جیسی قابل درس کوئی کتاب موجود نہیں تھی، جو مختصر ہونے کے ساتھ اپنے مذہب کے اختلافی مسائل میں کافی وشافی دلائل پر مشتمل بھی ہو، اور بیک وقت مبتدی ومنتہی دونوں کے لئے یکساں مفید بھی، مولانا ظہیر احسن شوق نیموی رحمہ اللہ کی درج ذیل عبارت اسی پس منظر کی طرف اشارہ کرتی ہے:

''یہ تو ظاہر ہے کہ حدیث میں پہلے بلوغ المرام یا مشکوۃ شریف پڑھائی جاتی ہے، اور ان کے مؤلف شافعی المذہب تھے، ان کتابوں میں زیادہ تر وہی حدیثیں ہیں جو مذہب امام شافعی کی مؤید اور مذہب حنفی کے خلاف ہیں۔ بے چارے طلبہ یہ ابتدائی چیزیں پڑھ کر مذہب حنفی سے بدعقیدہ ہو جاتے ہیں، پھر جب صحاح ستہ کی نوبت آتی ہے تو ان کے خیالات اور بھی بدل جاتے ہیں۔ علمائے حنفیہ نے کوئی ایسی کتاب قابل ذکر تالیف ہی نہیں کی کہ جس میں مختلف کتب احادیث کی وہ حدیثیں ہوں جن سے مذہب حنفی کی تائید ہوتی ہے۔ آخر بے چارے طلبہ غیر مقلد نہ ہوں تو کیا ہوں، فقیر نے انہیں خیالات سے حدیث شریف میں آثار السنن نامی ایک کتاب تالیف کی ہے'' ۔ (حاشیہ قول الحسن، ص: ۱۴)

زمانہ تالیف:

علامہ شوق نیمویؒ سن ۱۳۰۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے اور تقریبا ایک سال بعد ہی کتاب کی

تالیف کا آغاز فرمایا، جو سن۱۳۱۳ھ تک برابر جاری رہی، اور سات سال کے عرصہ میں کتاب الطہارۃ سے کتاب الجنائز تک کے حصے کو دو حواشی (التعلیق الحسن وتعلیق التعلیق) سمیت مکمل کرلیا، تقریبا سال تک طباعت کی نوبت نہ آسکی، اور بالآخر ۱۳۱۹ھ میں آثار السنن کا حصہ اول جو ابتداء کتاب الطہارۃ سے باب الصلاۃ بحضرۃ الطعام تک کے ابواب پر مشتمل ہے احسن المطابع عظیم آباد سے شائع کیا، اور دوسرا حصہ جو باب ما علی الامام سے لے کر آخر کتاب الجنائز پر محیط ہے کو ۱۳۲۱ھ میں اسی مذکورہ مطبع سے نشر کیا، صاحبزادہ مولانا عبدالرشید فوقانیؒ لکھتے ہیں:

ان النيموی قد شرع فی كتابه "آثار السنن فی السنة السادسة بعد الالف وثلاث مائة من الهجرة النبوية، بل من قبيلها وفرغ من تحرير آخر ابواب الصلاة من ذالك الكتاب فی الثالثة عشر بعد الالف وثلاث مائة. (القول الحسن، ص:۱۴)

آثار السنن اہل علم کی نگاہ میں:

(۱) حکیم مولانا سید عبدالحئی ندویؒ (المتوفی:۱۳۴۱ھ) آثار السنن کے متعلق لکھتے ہیں:

صنف آثار السنن وهو كتاب نادر غريب، تلقى كتابه آثار السنن وعنى به علماء هذا الشان.« (نزہۃ الخواطر، (8/1255)، ط: دار ابن حزم، بیروت، لبنان، ۱۴۲۰ھ)

''نیمویؒ نے آثار السنن نامی کتاب تالیف کی، اور یہ نادر و عجیب کتاب ہے، اسے خوب قبولیت حاصل ہوئی، اور محدثین نے اس سے بڑا اعتنا کیا''۔

(۲) محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ (المتوفی:۱۳۹۷ھ) ''مقدمہ الاتحاف لمذہب الاحناف'' میں آثار السنن کی وجہ تالیف لکھنے کے بعد اس کی علمی حیثیت پر روشنی ڈالتے ہیں:

»سماه آثار السنن فی جزئين لطيفين ولكنه لم يتم، ثم علق عليه تعليقات متينة من بحث علمی ونقد نزيه، ولا ريب ان الشيخ كان مبتهجا بكتابه معجبا باسلوبه (مقدمۃ البنوری علی الاتحاف)

''علامہ نیمویؒ نے آثار السنن نامی کتاب دو لطیف اجزاء میں تالیف کی، لیکن یہ کتاب پوری نہ ہوسکی، پھر اس پر علمی مباحثوں اور عمدہ نقد پر مشتمل ایک جاندار حاشیہ کا اضافہ بھی کیا'' نیز لکھتے ہیں: شیخ کشمیریؒ کو یہ کتاب اور اس کا اسلوب بہت پسند تھا''۔

(۳) مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ (المتوفی:۱۴۱۲ھ) نے ڈاکٹر عتیق الرحمٰن صاحب کے نام اپنے ایک خط

میں آثار السنن کی اہمیت کو ان الفاظ میں اجاگر کیا ہے:

''خالص محدثانہ نظر میں حنفی نقطہ نظر سے ہندوستان میں جو پہلی کتاب لکھی گئی جہاں تک مجھے معلوم ہے ''آثار السنن'' ہی ہے''۔

(الشیخ ظہیر احسن شوق نیموی، حیاتہ وآثارہ فی الحدیث (ص:۲۵۶، ۲۵۷)، مرکز البحوث الاسلامیہ، عظیم آباد پٹنہ)

(۴) مولانا منظور نعمانی صاحبؒ (المتوفی: ۱۴۱۷ھ) نے آثار السنن کے علمی مقام کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے:

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محدثانہ طرز پر حنفیت کی تائید میں یہ کتاب ہمارے اس زمانہ کا شاہکار ہے''۔

(تقدس انور، مقالہ مولانا منظور نعمانی، (ص:۳۰۸)، ط: شعبہ نشر و اشاعت، احسن العلوم کراچی)

مذکورہ بالا تمام نصوص آثار السنن کے علمی مقام کے ثبوت کے لئے شاہد عدل ہیں، البتہ یہ تمام بھی مجموعی کتاب کے حوالہ سے ہیں، اب ذیل میں آثار السنن کے بارے میں ان اکابر محدثین کی نصوص پیش کی جاتی ہیں جنہوں نے اپنی گراں قدر کتب میں آثار السنن میں علامہ نیموی کی متفرق تحقیقات کی داد دی ہے:

(۱) شارح ابو داوود امام ربانی حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (المتوفی: ۱۳۴۶ھ) حدیث ذو الیدین پر بحث کرتے ہوئے آثار السنن کا حوالہ دیتے ہیں:

وقد اتی الشیخ العلامة النیموی فی هذه المسالة بکلام مشبع. (بذل المجهود، باب السهو فی السجدتین، (۵۹۸/۴)، ط: مرکز الشیخ ابی الحسن علی الندوی، الهند، ۱۴۲۷ھ)

''علامہ شوق نیمویؒ نے حدیث ذوالیدین پر سیر حاصل بحث کی ہے''۔

اسی طرح وتر کے مسئلہ کے متعلق بھی علامہ نیموی کی تحقیق کی ان الفاظ میں داد دی ہے:

والشیخ النیموی اورد بحثه فی "آثار السنن" فاوجز وأبلغ وأجاد وأحسن. (بذل المجهود، باب استحباب الوتر، (۹۱/۶)

''علامہ نیموی نے وتر کی تعداد کے مسئلہ میں اختصار کے ساتھ نہایت عمدہ بحث کی ہے''۔

(۲) محقق کبیر شارح صحیح مسلم علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (المتوفی: ۱۳۶۹ھ) حدیث قلتین و بیر بضاعہ پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"واما الکلام فی حدیثی بئر بضاعة والقلتین علیٰ طریقة المحدثین فالمقام لا یحتمل هذا التفصیل، وعلیك بمراجعة آثار السنن للنیموی وغیره من مظان هذا البحث ."(فتح الملهم، باب کراهة غمس المتوضی

یدہ المشکوک......(۳۸/۳)، ط: داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۶ھ)
''رہی بات حدیث بئر بضاعہ اور حدیث قلتین پر محدثانہ طرز پر کلام کی تو اس کی یہاں (اس کتاب میں) گنجائش نہیں، اس کیلئے علامہ نیموی کی آثار السنن اور اس بحث کے دیگر مظان کی طرف رجوع فرمائیں''
(۳) اسی مقام پر محدث کبیر علامہ ظفر احمد عثمانیؒ (المتوفی: ۱۳۹۴ھ) اپنی مبسوط کتاب اعلاء السنن میں رقم طراز ہیں:
وأما حديث القلتين فغير ثابت لاضطراب متنه وإسناده، وقد بسط الكلام فيه العلامة النيموى فى آثار السنن فمن شاء فليراجعه (اعلاء السنن، باب نجاسۃ الماء القلیل، (۲۷۳/۱)
''رہی بات حدیث قلتین کی تو وہ اپنی سند و متن کے اضطراب کی وجہ سے ثابت نہیں، اور اس پر علامہ نیمویؒ نے آثار السنن میں تفصیل سے کلام کیا ہے، جس کا دل چاہے مراجعت کرلے''۔
(۴) محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے اپنی معروف زمانہ شرح معارف السنن میں موقع بموقع علامہ نیموی کی تحقیقات کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے، چنانچہ نماز قصر کے حوالے سے ایک جگہ لکھتے ہیں:
وان شئت الاستيفاء للادلة فراجع ... آثار السنن. (معارف السنن (۴۶۹/۴)، ط: ایچ ایم سعید، کراچی، ۱۴۱۳ھ)
اگر اس مسئلہ میں طرفین کے دلائل کا احاطہ مقصود ہو تو آثار السنن کی طرف مراجعت کیجیے''۔
اور حدیث ذوالیدین پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
وقد استوفى ادلة الفريقين الشيخ ظهير احسن النيموى فى آثار السنن. (معارف السنن، ۵۳۷/۲)
''اس مسئلہ میں علامہ نیموی نے آثار السنن میں طرفین کے دلائل کا احاطہ کیا ہے''۔
ناف کے نیچے یا سینہ پر ہاتھ باندھنے کے حوالہ سے موصوف کی تحقیقات کو ان الفاظ میں سراہا ہے:
ويكفى ما افاده مولانا ظهير احسن فى وآثار السن وتعليقاته (معارف السنن، ۴۳۷/۲)
''ہاتھوں کو ناف کے نیچے یا سینے پر باندھنے کے حوالہ سے علامہ نیموی نے آثار السنن اور اس کے حواشی میں کافی شافی بحث کی ہے''۔

آثار السنن کے متن میں استعمال شدہ اصول حدیث کی اصطلاحات:

آثار السنن کے متن و حواشی میں بکثرت اصول حدیث کی اصطلاحات کا ذکر ہے، جنہیں سمجھے بغیر مؤلف کی تحقیقات سے کما حقہ فائدہ اٹھانا ممکن نہیں، ان تمام اصطلاحات کا احاطہ تو اس مضمون کے

اختصار کے پیش نظر مشکل ہے، البتہ کچھ اصطلاحات کی تعریف پیش کردی جاتی ہے، جن کا متن کتاب میں کثرت سے ذکر ملتا ہے: (نوٹ: تمام مصطلحات کی تعریفات حافظ ابن حجرؒ کی نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر سے ماخوذ ہیں)

صحیح: حدیث صحیح وہ ہے کہ جس میں پانچ شرائط ہوں: ۱۔ اتصال سند، ۲۔ عدالت رواۃ، ۳۔ ضبط رواۃ، ۴۔ عدم شذوذ، ۵۔ عدم علت

حسن: حدیث حسن وہ ہے جس میں تمام شرائط حدیث صحیح کی ہوں، البتہ اس میں راویوں کا ضبط حدیث صحیح کے مقابلہ میں معمولی کم ہوتا ہے۔

ضعیف: حدیث ضعیف وہ ہے جس میں حدیث صحیح وحسن کے شرائط میں سے کوئی بھی ایک شرط مفقود ہو۔

مرسل: جس میں تابعی، صحابی کا واسطہ حذف کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرے۔

مضطرب: جس کے متن یا سند میں ایسا اختلاف پایا جائے جس کی تطبیق ممکن نہ ہو۔

منقطع: جس کی سند میں کوئی ایک راوی ساقط ہو۔

معلول: وہ روایت جس میں ظاہری طور پر کوئی خرابی نہ ہو، البتہ اندرونی طور پر کوئی ایسی علت پائی جائے جس کی بناء پر وہ حدیث درجہ صحت وحسن سے نیچے آجائے۔

شاذ: وہ حدیث ہے جسے ثقہ راوی نقل کرے، اور اپنے سے زیادہ مضبوط راوی کی مخالفت کرے۔

محفوظ: حدیث شاذ کے مقابل روایت کو محفوظ کہا جاتا ہے۔

منکر: ضعیف راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے۔

معروف: منکر کے مدمقابل راوی کی روایت کو معروف کہا جاتا ہے۔

اسلوب ومنہج:

آثار السنن فقہی احکام پر مشتمل ائمہ حنفیہ کے مستدلات کی جامع کتاب ہے، جو کہ طہارت سے شروع ہوکر کتاب الجنائز پر منتہی ہوتی ہے، کتاب میں مؤلف نے حتی الامکان اختصار کے ساتھ مرفوع روایات جمع کرنے کی کوشش کی ہے، البتہ بعض جگہ مرسل، موقوف اور مقطوع روایات بھی ذکر کی ہیں۔ ہر باب کے تحت کم از کم ایک روایت اور زیادہ سے زیادہ بیس سے بائیس روایات تک بھی درج کی ہیں، متن میں موصوف نے بالترتیب سات چیزوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔راوی حدیث کا تذکرہ: چنانچہ ہر روایت کے شروع میں اس کے نقل کرنے والے راوی کا نام مذکور ہے۔

۲۔متن حدیث کا تذکرہ:

حدیث کا متن عموماً انہیں کتابوں سے نقل کرتے ہیں جن کا حوالہ مخرجین کے بیان میں ہوتا ہے،اور اگر مخرجین کا تذکرہ ان کے ناموں یا القاب کی صراحت کے ساتھ کریں،یعنی''رواہ الجماعۃ یا رواہ الستۃ'' جیسی کسی رمز کا استعمال نہ کریں تو ایسی صورت میں ذکر کردہ مخرجین میں سے الفاظ حدیث اول الذکر کے ہوں گے، چنانچہ مؤلف التعلیق الحسن کے خطبہ میں رقم طراز ہیں:

واذا عزوت حديثا الى غير واحد من اصحاب التخريج مصرِّحا بأسمائهم او القابهم .. فاللفظ للاول (مقدمہ التعلیق الحسن علیٰ آثار السنن، (ص:۱۶)، ط:مجلس دعوت وتحقیق اسلامی کراچی، ۱۴۴۱ھ)

لیکن اگر مخرجین کے بیان میں رمز مثلاً''رواہ الستۃ یا رواہ الجماعۃ یا رواہ الشیخان'' کی استعمال کی تو الفاظ حدیث بخاری یا مسلم میں سے کسی ایک کے ہوں گے،اور اگر ان سابقہ تین رموز کے علاوہ کوئی رمز استعمال کی مثلاً'' رواہ الاربعۃ یا رواہ الثلاثۃ'' وغیرہ تو الفاظ حدیث بلا تعیین رمز میں مذکور کسی بھی ایک کتاب کے موافق ہو سکتے ہیں، چنانچہ اسی مقدمہ لکھتے ہیں:

»واذا اكتفيتُ بالعلامة: فان قلت:"الجماعة" او "الستة" او "الشيخان" .. فاللفظ لاحدهما وان قلت: غير ذلك من العلامات .. فاللفظ لاحدهم (ایضاً)

البتہ ایسا بھی کئی بار دیکھنے میں آیا کہ موصوف کے ذکر کردہ الفاظ بیان کردہ مخرجین میں سے کسی کے ہاں بھی بعینہ ویسے نہیں ملے تو ایسے مواقع پر عام طور پر مؤلف کا اعتماد بلوغ المرام،نصب الرایہ،المنتقی،مجمع الزوائد،اور ان جیسی دیگر معتمد ثانوی کتب پر ہوتا ہے،بطور مثال ملاحظہ ہو:

''باب الصلاۃ علی الشہداء'' کے تحت مؤلف نے ابو مالک غفاری سے ایک مرسل روایت نقل کرنے کے بعد ابوداؤد کی مراسیل کا حوالہ دیا ہے،جبکہ مذکورہ مراسیل میں بعینہ یہ الفاظ موجود نہیں،البتہ نصب الرایہ میں علامہ زیلعی نے اسے بعینہ اسی طرح نقل کیا ہے،امام العصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے بھی اس موقع پر آثار السنن پر تالیف کردہ اپنے حواشی''الاتحاف لمذہب الاحناف'' میں اس جگہ الفاظ حدیث کے موافق مصدر نہ ہونے پر تنبیہ کی ہے،لکھتے ہیں:

فكأنه تبع فی عزو اللفظ للمراسيل للزيلعي (الاتحاف لمذہب الاحناف،۱۲۱/۲)مخطوط۔

''گویا کہ انہوں نے مراسیل کی طرف الفاظ حدیث کی نسبت میں امام زیلعی کی پیروی کی ہے''۔(باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر)

اور صبح وشام کے اذکار واوراد لے کر خود بھی ان کا اہتمام کرے اور اپنے بچوں، اہل خانہ، متعلقین اور ماتحتوں سب کو مسنون اعمال کا پابند بنائیں۔

(۵)......آخری اور اہم ترین بات یہ ہے کہ مساجد کے ائمہ وخطباء، معاشرے کے بااثر افراد، حکومتی ذمہ داران اور جن جن لوگوں کو اللہ رب العزت نے کوئی اختیار دیا ہے، سماجی حیثیت اور اثر ورسوخ عطا فرمایا ہے وہ اس موقع پر قوم کی فکری، نظریاتی رہنمائی اور تربیت کا اہتمام کریں......لوگوں کو مایوسی، خوف، ڈپریشن، غیر ذمہ دارانہ طرز عمل، غفلت اور بے احتیاطی سے بچائیں......آزمائش کی اس گھڑی میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں......دعاؤں کا خاص اہتمام کیا جائے...... یاد رہے کہ دعائیں کرتے ہوئے مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہ کی جائے......اپنے پرائے میں فرق نہ رکھا جائے...... ہر کسی کے لیے...... پوری انسانیت کے لیے دعائیں کی جائیں......وفاق المدارس کے قائدین کی طرف سے جو اپیل کی گئی اسے زیادہ سے زیادہ پھیلانے، آگے پہنچانے اور اپنانے کی ضرورت ہے۔

اللہ رب العزت ہمارا حامی وناصر ہو اور ہر طرح سے، ہر جہت سے ہم سب کی حفاظت فرمائے......آمین

(بقیہ: ''آثار السنن''......تعارف: امتیازات: خصوصیات)

۳۔مخرجین حدیث کا ذکر:

حدیث کے متن کے بعد مؤلف مخرجین حدیث کا ذکر کرتے ہیں، اور اس بیان میں انہوں نے دو طریقے اپنائے ہیں:

(۱)۔رموز وعلامات کے ذریعہ۔(۲)۔صراحتاً نام لیکر، مخرجین کے لئے جن علامات کا استعمال کیا ہے، ان کی توضیح مصنف کے بیان سے پیش خدمت ہے:

"ف "الشیخان" للبخاری ومسلم، و"الثلاثة" لابی داود والنسائی والترمذی، و"الاربعة" للثلاثة مع ابن ماجه، و"الخمسة" للاربعة مع احمد، و"الستة" للاربعة مع الشیخان، و"الجماعة" لاصحاب الکتب الستة معه"

''شیخین'' سے مراد امام بخاری وامام مسلم، اور ''الثلاثۃ'' سے مراد امام ابوداود، امام نسائی وامام ترمذی، اور ''الاربعۃ'' سے مراد سابقہ تین حضرات (ابوداود، نسائی، ترمذی) کے علاوہ امام ابن ماجہ، اور ''خمسۃ'' سے مراد سابقہ چار حضرات (ابوداود، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ) سمیت امام احمد بن حنبل، اور ''الستۃ'' سے مراد امام احمد کے علاوہ تمام مذکور الذکر حضرات (بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)، اور ''الجماعۃ'' سے مراد ارباب صحاح ستہ بشمول امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ۔(باقی آئندہ)

’’آثارالسنن‘‘......تعارف، امتیازات، خصوصیات

(دوسری قسط)

مولانا ذیشان صدیق حفظہ اللہ
متخصص جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن

۴۔حکم حدیث یا حدیث کی اسنادی حیثیت کا بیان:

اگر ذکر کردہ روایت شیخین کے ہاں نہ ہو تو مخرجین کے ذکر کے بعد علامہ نیمویؒ حدیث کے استناد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، چونکہ صحیحین کی صحت محدثین کے ہاں متفق علیہ ہے، اس لئے مؤلف نے ان سے منقول کسی روایت کا ماسوا ایک دو جگہوں کے صرف حوالہ دینے پر ہی اکتفا کیا ہے، اور دیگر حضرات سے منقول روایت کا حکم بیان کرنے میں بھی دو طریقے اختیار کئے ہیں، (۱)۔حکم باحوالہ، (۲)۔حکم بلا حوالہ، پہلی صورت کی مثال جیسے مثلا: ’’صححہ الترمذی ‘‘، ’’صححہ ابن خزیمۃ ‘‘ یا قال العراقی: ’’اسنادہ صحیح ‘‘ وغیرہ کہہ کر نقل کریں، اس کی مثالیں جا بجا کتاب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں، جبکہ دوسری صورت جو پہلی کی بنسبت زیادہ ہے، مثلاً ’’حدیث صحیح‘‘ یا ’’ضعیف‘‘ یا ’’اسنادہ صحیح ‘‘، ’’اسنادہ ضعیف ‘‘ وغیرہ کہہ کر حدیث کے درجہ کو بیان کریں، اور کسی کا حوالہ متن یا حاشیہ میں کہیں بھی نہ دیں، اس اسلوب پر مؤلف نے مقدمہ التعلیق الحسن میں روشنی ڈالی ہے، لکھتے ہیں:

واذا عزوت حديثا الىٰ غير واحد من اصحاب التخريج مصرِّحا باسمائهم او القابهم .. فاللفظ للاوّل، وكذلك الحكم بالصحة باعتبار روايته من غير نظرٍ الىٰ الآخرين . واذا اكتفيتُ بالعلامة: فان قلت: ”الجماعة“ او ”الستة“ او ”الشيخان“ ...... فاللفظ لاحدهما . وان قلت: غير ذلك من العلامات .. فاللفظ لاحدهم، والحكم بالصحة باعتبار اسانيد جميعهم او بعضهم. واما اذا حكمت بالضعف .. فالحكم باعتبار رواية كل واحد من الذين عزوت الحديث اليهم.

’’اگر میں الفاظ حدیث کو مخرجین میں سے کسی کے نام یا لقب سے بصراحت ذکر کروں تو الفاظ ان میں سے اول الذکر کے ہوں گے، اور صحت کا حکم بھی دوسروں سے قطع نظر اسی (پہلے والے کی) روایت کے پیش نظر

ہوگا......اوراگر"الستۃ" یا "الجماعۃ" یا "الشیخان" کے علاوہ کوئی رمز (مثلاً "الاربعۃ") استعمال کروں تو الفاظ حدیث ان میں کسی بھی ایک کے ہوسکتے ہیں، اور صحت کا حکم کبھی سب کی اسانید کے اعتبار سے ہوگا، اور بعض اوقات ان میں سے کسی ایک ہی کے پیش نظر ہوگا، اور جب اس صورت میں ضعف کا حکم لگاؤں تو یہ حکم مذکور تمام مخرجین میں سے ہر ایک کی روایت کے اعتبار سے ہوگا"۔

"حدیث صحیح" اور "اسنادہ صحیح" میں فرق:

حکم حدیث کے بیان میں آثار السنن میں دو طرح کی تعبیرات کا استعمال کثرت سے نظر آتا ہے، ا۔مطلق حدیث پر حکم، ۲۔حدیث کی سند پر حکم، سابقہ مثالوں سے بھی یہ دو صورتیں سمجھی جاسکتی ہیں، البتہ سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں کے مابین فرق کیا ہے؟ تو اس کا جواب سمجھنے سے پہلے تمہیداً یہ جان لیجئے کہ صحت حدیث کا مدار محدثین کے ہاں پانچ چیزیں ہیں ا۔عدالت رواۃ، ۲۔ضبط رواۃ، ۳۔اتصال سند، ۴۔عدم شذوذ، ۵۔عدم علت۔

پہلی تین چیزوں کا فیصلہ عموماً کتب رجال کو دیکھ کر کیا جاسکتا ہے، جبکہ آخری دو امور ایسے ہیں جن کا فیصلہ کرنے کیلئے حدیث کے تمام طرق، متابعات وشواہد کا بالاستیعاب علم ہونے کے ساتھ نقد حدیث میں اعلیٰ درجہ کی لیاقت وحذاقت فن ضروری ہے، جو کہ متقدمین میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی، اسی لئے ان کے ہاں مطلق حدیث پر حکم لگانے والی صورت (جس کیلئے پانچوں شرطوں کا پورا کرنا ضروری ہے) زیادہ پائی جاتی ہے، اور چونکہ اس آخری شرط کو پورا کرنا نہایت مشکل ہے، اسی لئے متاخرین نے متقدمین کے برعکس مطلق حکم بیان کرنے کی بجائے دوسری صورت (سند پر حکم لگانا جو کہ پہلی تین شرطوں کے پیش نظر ممکن ہے) ہی احتیاط کے پیش نظر عموماً اختیار کی ہے، ان دونوں صورتوں کا فرق ائمہ فن کی درج ذیل تصریحات سے بھی واضح ہے:

حافظ ابن الصلاح (المتوفی:۶۴۳ھ) رقم طراز ہیں:

قولهم: "هذا حديث صحيح الاسناد، او حسن الاسناد" دون قولهم: هذا حديث صحيح او حديث حسن"؛ لانه قد يقال: "هذا حديث صحيح الاسناد" ولا يصح؛ لكونه شاذا او معللا (مقدمہ ابن الصلاح، النوع الثانی، (۳۸/۱)، دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۶ھ)

"محدثین کا قول: ہٰذا حدیث صحیح الاسناد، یا حسن الاسناد«یہ ہٰذا حدیث صحیح او حدیث حسن" سے ہٹ کر ہے، اس لئے کہ کبھی حدیث پر صحیح الاسناد کا اطلاق کیا جاتا ہے مگر وہ صحیح نہیں ہوتی، کیونکہ وہ شاذ یا معلول ہوتی ہے"۔

معمولی تغیر کے ساتھ یہی الفاظ حافظ ابن کثیرؒ (المتوفی:۷۷۴ھ) سے بھی "اختصار علوم الحدیث" میں منقول ہیں، لکھتے ہیں:

"والحكم بالصحة او الحسن على الاسناد لا يلزم منه الحكم بذلك على المتن، اذ قد يكون شاذاً او معللاً"(اختصار علوم الحدیث، النوع الثانی، (۴۳/۱) دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

''سند حدیث پر صحت یا حسن کا حکم لگانے سے متن پر حکم لازم نہیں آتا، اس لئے کہ حدیث کبھی شاذ یا معلول بھی ہوتی ہے''۔

حدیث کے ضعیف ہونے کی صورت میں بعض مرتبہ اسباب ضعف کا بیان:

اگر کسی حدیث پر یا اس کی سند پر ضعف کا حکم لگاتے ہیں، تو اسباب ضعف کے بیان کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں، البتہ متن کتاب میں اس کا تذکرہ کبھی کبھار کرتے ہیں، اور حواشی میں تو بہر صورت (متن میں کوئی ذکر سببِ ضعف کا ہو یا نہ ہو) اس کی تفصیل کا خصوصی التزام کیا ہے، متن میں سبب ضعف کے بیان کی مثال ملاحظہ ہو:

باب ما جاء في تطهير الدباغ میں حضرت عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ضعف کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"وهو معلول بالانقطاع والاضطراب" (آثار السنن (ص:۴۱) ط: مجلس دعوت وتحقیق اسلامی، کراچی، ۱۴۴۱ھ)

''اس حدیث میں انقطاع واضطراب کی علت ہے''۔

نیز باب الجهر بالتامين میں حضرت ام الحصین رضی اللہ عنہا کی روایت پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفيه اسماعيل بن مسلم المكي، وهو ضعيف (آثار السنن (ص:۱۴۵))

''اس میں ایک راوی اسماعیل بن مسلم مکی نامی ہے، جو ضعیف ہے''۔

۵......حدیث سے ماخوذ کسی فائدہ کا ذکر:

مؤلف نیموی موقع بموقع حدیث سے ماخوذ فقہی فوائد بھی ذکر کرتے ہیں، اس کی مثالیں بھی ملاحظہ ہوں:

باب ترك القنوت في صلاة الفجر میں باب کی روایات درج کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:

تدل الاخبار على ان النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه لم يقنتوا في الفجر الا في النوازل۔(آثار السنن (ص:۲۴۶)

''ذکر کردہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فجر میں فقط قنوت نازلہ ہی پڑھی ہے''۔

نیز باب المواقیت میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هذا الحديث يدل على ان الشفق هو البياض، كما ذهب اليه ابو حنيفة(ایضاً،ص:۷۲)

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شفق سے مراد شفق ابیض ہے،جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے بھی ہے''۔

۶......متعارض روایات کے مابین تطبیق کا ذکر:

جسے عموماً ''قال النیموی'' کہہ کر شروع کرتے ہیں،اس کا ذکر آیندہ خصوصیات کے مستقل عنوان کے تحت ہوگا۔

۷......وفی الباب کی احادیث کی طرف اشارہ مع حکم:

جس کا ذکر آیندہ خصوصیات کے مستقل عنوان کے تحت ہوگا۔

آثار السنن کی نمایاں خصوصیات:

• خالص محدثانہ اصولوں پر مبنی کتاب:

فقہ حنفی کی تائید میں تالیف کردہ متاخرین حنفیہ کی تمام کتب میں آثار السنن ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ خالص محدثانہ اصول وطرز استدلال پر مبنی ہے اور محدثین کے اعتراضات کا جواب انہی کے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں پیش کرتی ہے۔جبکہ دیگر متاخرین ایسی صورت میں اپنے اصولوں کی روشنی ہی میں دلائل کا پیش کرنا اور مخالف کے دلائل کا جواب دینا بھی کافی سمجھتے ہیں۔

(۱) محدث ناقد علامہ زاہد کوثریؒ (المتوفی:۱۳۷۱ھ) رقم طراز ہیں:

قدالف كتابه آثار السنن فى جزئين لطيفين وجمع فيهما الاحاديث المتعلقة بالطهارة والصلاة على اختلاف مذاهب الفقهاء، وتكلم على كل حديث منها جرحا وتعديلا على طريقة المحدثين، واجاد فيما عمل كل الاجادة'. (مقالات کوثری،ص:۸۴)

''انہوں نے اپنی کتاب آثار السنن کو دو حصوں میں تالیف کیا،اور اختلاف مذاہب فقہاء کیساتھ طہارت اور صلوٰۃ سے متعلق احادیث کو اس میں جمع کیا،اور تمام احادیث پر محدثانہ طرز پر جرح وتعدیل کی اور خوب کی''۔

(۲) اسی طرح محقق جلیل مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ (المتوفی:۱۴۱۲ھ) لکھتے ہیں:

''ہندوستانی علمائے اعلام میں حنفی نقطہ نظر سے غالباً سب سے پہلے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ایک مجموعہ احادیث ''فتح المنان فی تائید مذہب النعمان'' کے نام سے تالیف فرمایا ہے۔مجموعہ تقریباً ایک ہزار صفحہ پر مشتمل ہے۔یہ کتاب فقہی رنگ میں لکھی گئی ہے اور اس میں یہی رنگ نمایاں ہے۔ہندوستان ہی کے ایک اور عالم جن کا سکہ بلاد اسلامیہ میں بھی بیٹھا ہوا ہے سید مرتضی بلگرامی زبیدی ہیں۔انہوں نے بھی اسی نقطہ نظر سے ایک کتاب لکھی،جس کا نام ''عقود الجواہر المنیفہ'' ہے۔اس میں فقہی مباحث نہیں ہیں،مگر اس کے ساتھ وہ جرح وتعدیل رواۃ اور نقد احادیث کے فنی

مباحث سے بھی قریب قریب خالی ہے۔خالص محدثانہ نظر میں حنفی نقطہ نظر سے ہندوستان میں جو پہلی کتاب لکھی گئی جہاں تک مجھے معلوم ہے آثار السنن ہی ہے۔میری نگاہ میں اس کتاب کی بڑی قدر و قیمت ہے اور مولانا ظہیر احسن شوق نیموی کا یہ تصنیفی شاہکار ہے''۔(الشیخ ظہیر احسن شوق النیموی، حیاتہ وآثارہ فی الحدیث (ص:۲۵۶،۲۵۷)

(۳) آثار السنن کے اسی محدثانہ نقطہ نظر کی وضاحت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے اس فقرے سے بھی ہوتی ہے، جو انہوں نے اپنی کتاب فتح الملہم میں ''حدیث قلتین و بیر بضاعۃ'' پر کلام کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

واما الکلام فی حدیثی بئر بضاعۃ و القلتین علی طریقۃ المحدثین فالمقام لا یحتمل ھذا التفصیل، وعلیک بمراجعۃ آثار السنن للنیموی وغیرہ من مظان ھذا البحث (فتح الملہم ،باب کراہۃ غمس المتوضی یدہ المشکوک (۳/۳۸)

''رہی بات حدیث بئر بضاعہ اور حدیث قلتین پر محدثانہ طرز پر کلام کی تو اس کی یہاں گنجائش نہیں، اس کیلئے علامہ نیموی کی آثار السنن اور اس بحث کے دیگر مظان کی طرف رجوع فرمائیں''۔

(۴) نیز اس کتاب کی تالیف کے پس منظر کے بیان میں مؤلف کا درج ذیل قول بھی اسی حقیقت کا اظہار ہے، جسے صاحبزادہ مولانا عبدالرشید فوقانی نے نقل کیا ہے:

''ملک کو سخت ضرورت تھی کہ حدیث شریف میں کوئی ایسی کتاب تالیف کی جائے جس میں مختلف کتب احادیث سے وہ صحیح و حسن حدیثیں جمع کی جائیں جو مذہب حنفی کی مؤید ہوں اگر چہ یہ کام نہایت اہم تھا مگر فقیر نے متوکلا علی اللہ آثار السنن نام (کی) ایک کتاب لکھنا شروع کی جس کے ساتھ عربی میں ایک عمدہ حاشیہ بھی لکھنا شروع کیا جس کا نام ''التعلیق الحسن علی آثار السنن'' رکھا گیا اور جا بجا اس حاشیہ کا حاشیہ بھی لکھا گیا جس کا نام ''تعلیق التعلیق'' ہے۔ان حواشی میں محدثانہ و محققانہ طور پر اکثر احادیث کے وہ علل غامضہ ہیں جن کے اظہار سے اسفار قوم خالی ہیں''۔(حاشیہ القول الحسن (ص:۱۶)

ایک اور جگہ مؤلف سے نقل کرتے ہیں:

''ہر حدیث کے آخر میں بعد حوالہ مخرجین صحیح یا حسن یا ضعیف ہونے کا بھی بیان ہے بلکہ حاشیہ میں ضروری مباحث کے علاوہ اور محدثین کی تصحیح و تضعیف بھی اکثر مواضع میں لکھی گئی ہے''۔(حاشیہ القول الحسن، ص:۱۶)

• مخالف و موافق احادیث کا ذکر:

یہ بھی اس کتاب کی خوبی ہے کہ مختصر ہونے کے ساتھ نہ صرف یہ کہ اپنے مذہب کے دلائل پر مشتمل ہے بلکہ مؤلف نے اس کتاب میں دیگر فقہی مذاہب کے اہم ادلہ کا بھی ذکر کیا ہے۔اب ان احادیث کے بیان میں

موصوف علام کے عموماً دو اسلوب رہے ہیں:

۱۔ ہر دو کیلئے علیحدہ باب قائم کر کے ذکر کرنا مثلاً اذان میں ''ترجیع'' کے باب کو لیں تو اولاً ترجیع کا باب قائم کر کے ان روایات کو درج کیا جن میں اذان کی ترجیع کا ذکر ہے، پھر ان روایات کو پیش کیا جو کہ ترجیع کے ترک پر دلالت کرتی ہیں۔

۲۔ ہر دو کیلئے علیحدہ باب قائم کرنے کے بجائے ایک ہی عنوان قائم کر کے پہلے مخالف روایات ذکر کرنا، اس کے بعد اس کے خلاف روایات پیش کر کے گویا اپنے ہاں آخر الذکر کے پسندیدہ ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، بطور مثال ملاحظہ ہو''باب الوضوء مما مستہ النار''اور''باب الوضوء من مس المرءۃ''

☆......متعارض احادیث کے مابین تطبیق:

مؤلف نے فریقین کے ادلہ کے ذکر ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے ذکر کے بعد ان کا مناقشہ بھی کیا ہے، جس سے ائمہ حنفیہ کے ان احادیث کو نہ لینے کی وجوہات مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہیں، اور مخالفین کی جن احادیث کی حنفی دلائل سے ظاہری تعارض کے ساتھ ساتھ تطبیق ممکن ہو تو اس کو بھی پیش کر دیتے ہیں جس سے موصوف کے حدیثی و فقہی مزاج و مذاق کی گہرائی کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اپنی احادیث تو اپنی ہی رہیں، اور مخالف روایات پر عمل کی بھی صورت پیش کر دی۔ بطور مثال ملاحظہ ہو:

۱۔''باب الوتر بخمس او اکثر من ذلک''میں وتر کی رکعتوں کے سلسلہ میں وارد متعارض روایات کی تطبیق کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

قال النیموِیّ: ان الوتر بثلاث قَد ثبت عَنِ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وجماعۃ من الصحابۃ، فالنھی فی ھذہ الاحادیث محمول علی ان یصلی وترا بثلاث رکعات، ولم یتقدمہ تطوع، اما رکعتان، واما اربع رکعات، او اکثر من ذلک (آثار السنن، ص:۲۲۶)

''تین رکعت وتر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہے، اور جہاں تک احادیث میں وارد نہی کا تعلق ہے سو اس سے مراد یہ ہے کہ تین رکعات وتر پڑھی جائے اور اس سے پہلے کوئی نفل دو رکعت یا یا چار رکعات یا اس سے زیادہ نہ پڑھے''۔

۲۔ کسی برتن کو کتے کے منہ لگانے کے بعد برتن کو کتنی مرتبہ دھویا جائے، اس حوالہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ دھونا اور سات مرتبہ دھونا ہر دو آراء منقول ہیں، ان دونوں متعارض اقوال کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فالجمع ممکن بان یقال: افتی ابو ھریرة مرة بثلاث غسلات، و مرة بالسبع بطریق الندب (التعلیق الحسن علیٰ آثار السنن، ص:۲۷)

*ان احادیث کے مابین تطبیق ممکن ہے کہ یوں کہا جائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ تین دفعہ دھونے کا فتوی دیا ہو اور ایک مرتبہ سات دفعہ دھونے کا''۔

۳۔سجدے میں جاتے ہوئے رفع یدین کرنے سے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دو متعارض روایتیں پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت: الجمع ممکن بان یقال: ان المراد بقوله: "حین یسجد" السجدة الثانیة، ویؤیده ما رواه فی روایة عنه: "ولا یرفعهما بین السجدتین"(التعلیق الحسن علیٰ آثار السنن، ص:۱۵۴)

''میں کہتا ہوں دونوں روایتوں کے مابین تطبیق ممکن ہے کہ یوں کہا جائے راوی کے قول ''حین یسجد'' سے مراد سجدہ ثانیہ ہے، اوراس کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں یہ وارد ہے: کہ نبی علیہ السلام دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔

☆......نادر ابحاث کا بیان:

آثار السنن کے حواشی میں مؤلف نے بیشتر ایسی معرکۃ الآراء مباحث کو ذکر کیا ہے، جن کے متعلق ایسا مواد یکجا مل جانا کسی غنیمت سے کم نہیں، جس پر مؤلف قول فیصل ذکر کرکے مزید چار چاند لگا دیتے ہیں، اہل ذوق کیلئے بطور مثال چند مباحث کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) مثلاً مشہور واقعہ جسے حدیث ذوالیدین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس میں دوران نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بات کرنے اور سجدہ سہو کا ذکر ہے، اہل علم واقف ہیں کہ سوال کرنے والے شخص کے نام اور یہ کہ سائل (جسے ذوالیدین کہا جاتا ہے) اور ذوالشمالین ایک ہی ہیں یا دونوں الگ الگ افراد ہیں، محدثین نے طویل بحثیں کی ہیں، محقق نیمویؒ نے ''باب کلام الساہی'' میں اس پر طویل کلام ذکر کرکے فریقین کے دلائل کا جائزہ لیا ہے، پھر اس پر قول فیصل ذکر کرکے بحث کا خاتمہ فرمایا جو کہ لگ بھگ ایک رسالہ کے برابر ہے، اور مطالعہ کرنے والوں کیلئے بحث کے جملہ اطراف کیلئے کافی وشافی ہے۔

محقق نیمویؒ حدیث ذوالیدین کی تحقیق میں اپنے خصوصی امتیاز کو ایک موقع پر یوں لکھتے ہیں:

''ذوالشمالین کا بدر میں قتل ہو جانا سب کے نزدیک مسلم ہے، زہری کی روایت سے ثابت ہے کہ ''ذوالشمالین'' ذوالیدین کا نام ہے، اس پر جمہور محدثین، کیا ابن عبدالبر، کیا نووی، کیا ابن حجر، کیا دوسرے یہی کہتے چلے آئے کہ زہری

کو وہم ہوگیا، ان کا کوئی متابع نہیں، اور واقعی اب تک کسی نے متابعت ثابت نہیں کی۔ میں نے بفضلہ تعالیٰ بروایت صحیحہ عمران بن ابی انس کو ان کا متابع ہونا ثابت کر دیا، اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ اگر اس پر تمام عمر ناز کروں تو بجا ہے''۔(حاشیہ القول الحسن،ص:۱۸)

(۲) آمین بالسر اور آمین بالجہر جیسی معرکۃ الآراء بحث جو کہ کسی ادنیٰ فقہی یا حدیثی ذوق رکھنے والے شخص سے مخفی نہیں میں مؤلف نے تحقیق کے وہ جوہر دکھلائے، اہل علم جس کی داد دئے بغیر نہ رہ سکے، چنانچہ مولانا نذیر احسن بہاریؒ رقم طراز ہیں:

''ان اخاہ النیموی حقق فی بحث الجھر بالتامین ما لم یحقق احد من المتقدمین'' (القول الحسن،ص:۲۰)

''بھائی نیموی نے آمین بالجہر کے مسئلہ میں وہ تحقیق پیش کی جس کی نظیر متقدمین میں بھی نہیں ملتی''۔

(۳) زیادت ثقہ کی بحث جو کہ محدثین کے نزدیک ایک اہم مسئلہ ہے، جس میں ایک روایت کے مختلف راویوں میں سے کوئی ایک ثقہ راوی مثلا دوسرے ثقہ راویوں سے ہٹ کر کوئی اضافی امر ذکر کرتا ہے، جبکہ تمام دوسرے رواۃ چاہے اس اضافہ کی مخالفت کریں یا ان کی روایت اس کے اختلاف سے خالی ہو دونوں صورتوں میں اس اضافہ نقل کرنے والے راوی کی روایت کا کیا حکم ہوگا؟ اس پر ''باب فی وضع الیدین علی الصدر'' پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ بطور مثال ان تین مقامات کا ذکر کر دیا گیا، وگرنہ حاشیہ کتاب میں جابجا ایسی بحثیں ملتی ہیں جو ندرت کے ساتھ ساتھ انتہائی پر مغز اور مؤلف کی دقیقہ رسی کی آئینہ دار ہیں، جن کے بارے میں مؤلف خود ایک جگہ لکھتے ہیں:

''وقد تفردت فی مواضع من ھذا التعلیق بتحقیقات عجیبۃ و فوائد غریبۃ خلت عنھا زبر المحدثین، ولم یظفر بھا احد من المتقدمین والمتاخرین''(القول الحسن،ص:۱۷)

''اس حاشیہ میں کئی مقامات پر عجیب تحقیقات اور نادر فوائد کے پیش کرنے میں اکیلا ہوں، جن سے محدثین کی کتابیں بھی خالی ہیں اور متقدمین و متاخرین میں سے کسی کی بھی ان فوائد تک رسائی نہ ہو سکی''۔

اور ان میں سے بعض کی وضاحت تو موصوف خود بھی کر گئے ہیں: چنانچہ باب القراءۃ خلف الامام کے تحت لکھتے ہیں

''وقد بینت ضعفہ بادلۃ قویۃ لم یسبق الی بعضھا ذھن احد من المتقدمین فضلا عن المتاخرین''. (آثار السنن،ص:۱۲۳)

''میں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کا ضعف ایسے قوی دلائل سے بیان کیا ہے جس کی طرف متاخرین کیا متقدمین میں سے بھی کسی کا ذہن منتقل نہ ہوا''۔ (باقی آئندہ)

مقالات مضامین

''آثارالسنن''......تعارف،امتیازات،خصوصیات

آخری قسط

مولانا ذیشان صدیق حفظہ اللہ

علوم حدیث کے دلدادوں کیلئے ان حواشی میں موجود اہم مباحث کی طرف اشارہ کرنا موقع کی مناسبت سے انتہائی مفید معلوم ہوتا ہے، جسے دیکھ کر یقیناً مؤلف کی عظمت اور کتاب کی افادیت کو سمجھنے میں مزید مدد ملتی ہے:

تحقیق حدیث القلتین (ص: ١٧)

تضعیف حدیث سماك بن حرب فی عكرمة (ص:١٩)

حكم الواقدی فی الحديث والسير (ص:٢٠)

الفرق بين من سمع من ابن لهيعة قديما ومن سمع منه بعده (ص: ٢٣)

مسا لة سماع ابن سيرين من ابن عباس (ص:٢٣)

شرط تحقيق الاضطراب فی الحديث (ص:٦٢)

جهالة الصحابی لا يضر (ص:٧٩)

مسالة سماع علقمة من ابيه (ص:١١٤)

التدليس ورواية المدلس بالصيغ المحتملة (ص: ١٢٢)

حكم رواية المستور (ص:١٢٥)

مسالة توثيق ابن حبان والدارقطنی (ص:١٢٥)

تحقيق حكم رواية عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده (ص:١٢٥و١٢٦)

تحقيق مسالة تضعيف الامام ابی حنيفة رحمه الله (١٣٧)

سماع الحسن البصری من سمرة (ص: ١٤٦)

حكم مراسيل ابراهيم النخعی (ص: ١٦٢)

حکم توثیق الرجال غیر الحکم بصحة الحدیث (ص:١٦٣)

المثبِت مقدم علی النافی (ص: ١٦٣)

تقبل روایة من روی عن المختلط قدیما بخلاف غیرہ (ص: ١٦١، ١٦٣)

ما یصلح ان یذکر فی المتابعة (ص:١٩٦)

صنیع الامام البخاری فی ترجیح بعض الروایات علی الاخریٰ (ص:٢٠٧)

حکم تفرد النسائی وابن حبان – وامثالهما من المتشددین – بتضعیف احد من الرواةابن حجر قد یعرض فی التقریب عن اعدل ما وصف به الراوی خلافا لما وعدہ فی دیباجته (ص:٢٠٧)

عنعنة المرسل غیر عنعنة المدلس فی الحکم (ص:٢١٠)

قولهم: "یروی عن فلان" لا یدل علی السماع، بل علی الروایة فقط اعم من ان تکون موصولة او منقطعة (ص:٢١٣)

العبرة للاقوی فی الوصل والارسال (ص: ٢٦٧)

تحقیق حدیث صلاۃ التسبیح (ص: ٢٧٩)

حجیة ارسال الصحابی (ص:٣٢١)

تحقیق مدنیة "جواثی" (٣٢٤)

شروط ارتفاع الجهالة عن المجهول (ص:٣٢٩)

تحقیق معنی المصر الجامع (ص: ٣٢٩، ٣٣٠)

فائدۃ متابعة الضعیف (ص:٣٣٢)

قول الصحابی الذی لا یدرک بالقیاس (ص:٣٣٣)

الفرق بین عبد الرحمن بن یزید بن جابر وعبد الرحمن بن یزید بن تمیم (ص:٣٣٦)

حکم تعلیقات البخاری (ص: ٣٥٣)

حکم تصحیح الترمذی (ص:٣٥٧)

معنی قول الائمة : "هو اصح شیء فی الباب"(ص:٣٥٧)

مجرد سکوت ابی داود عن حدیث لا یکفی (ص: ٣٥٩)

تحقیق اتصال الحسن البصری بعلی بن ابی طالب (ص:٣٦٥)

تحقیق صحبة محمود بن لبید (ص: ۳۷۰)

انصاف پسندی

مؤلف نے یہ کتاب اگرچہ حنفی مسلک کی تائید میں لکھی ہے مگر جہاں کہیں مؤلف کو حنفی مسلک کی ترجیح ونصرت میں پیش کئے جانے والے دلائل میں کمزوری نظر آئی تو اس کے بیان سے انہیں کوئی چیز مانع نہیں ہوئی:

۱......اس کی واضح مثال ''باب فی وضع الیدین تحت السرة '' کے تحت ابن ابی شیبہ کی ذکر کردہ روایت میں ''تحت السرة'' کے اضافہ پر نقد ہے، جسے سندی لحاظ سے اگرچہ علامہ قاسم بن قطلو بغا، شیخ ابوالطیب سندھی، اور شیخ عابد سندھی نے قوی قرار دیا ہے، مگر اس کے باوجود مؤلف نے اس اضافہ کو غیر محفوظ قرار دیکر کھلے انصاف کا ثبوت دیا ہے۔

۲......اسی طرح باب فضل طهور المرءة میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی زوجہ محترمہ کے بچے ہوئے پانی سے وضو کا ذکر ہے، جو کہ درحقیقت عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کے مسئلہ میں حنفیہ کی دلیل بھی ہے، اور مؤلف نے امام ترمذی وامام ابن خزیمہ سے اس کی تصحیح بھی نقل کی ہے، مگر اس سب کے باوجود حاشیہ میں اس کے رواۃ پر کلام کر کے اس کے ضعف کو واضح کیا ہے۔

۳......نیز باب الوضوء من الدم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول روایت جس میں دوران نماز قئے آجانے اور نکسیر پھوٹ جانے یا پیلا پانی یا مذی کے نکلنے کی وجہ سے نماز کو چھوڑنے اور وضوء کر کے نماز کی بنا کا حکم ہے۔ یہ روایت اگرچہ اس باب میں حنفیہ کی واضح دلیل ہے اور مؤلف نے اس کے علاوہ کسی اور مرفوع قولی روایت کا ذکر بھی نہیں کیا، مگر پھر بھی اس کی اسنادی کمزوری بیان کرنے سے انہیں کسی قسم کا مذہبی تعصب مانع نہیں ہوا۔ اختصار کے پیش نظر ان تین مثالوں کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے، اگر بغور کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو اس کی کئی ایک مثالیں مزید بھی مل جائیں گی، جس سے بعض اہل علم کی جانب سے کئے جانے والے اس اعتراض کا خود بخود دفعیہ ہو جاتا ہے کہ مؤلف نے اپنے مسلک کی تائید میں بیجا تعصب سے کام لیا ہے۔ واللہ اعلم

وفی الباب کا ذکر

آثار السنن میں متعدد جگہ مؤلف نے ''وفی الباب '' کہہ کر متعلقہ باب کی دیگر روایات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور وفی الباب کی احادیث کی نشاندہی کبھی تو متن میں کر کے حواشی میں اس کی تخریج پیش کرتے ہیں اور کبھی متن میں تذکرہ کئے بغیر ہی فقط حواشی ہی میں ''وفی الباب'' کہہ کر اس باب سے متعلقہ روایات کو بمع تخریج وحکم پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

۱......’’باب رفع اليدين عند الركوع وعند رفع الراس من الركوع‘‘**میں رقم طراز ہیں:**

قال النیموی: ”وفی الباب عن ابی حمید الساعدی ومالك بن الحويرث ووائل بن حجر وعلی رضی الله عنهم“(آثارالسنن،ص:۱۵۲)

۲......اور’’**باب فی وضع الیدین علی الصدر**‘‘میں لکھتے ہیں:

قال النيموی: ”وفی الباب احادیث اخر کلها ضعيفة ‘‘**اور پھر حاشیہ میں وائل بن حجر،ابن عباس اور حضرت علی بن ابی طالب کی روایات کی تخریج پیش کی ہے۔**(آثارالسنن،ص:۱۱۱)

۳......’’**باب وضع الیدین تحت السرۃ**‘‘**کے تحت حاشیہ میں رقم طراز ہیں:**

”وفی الباب احادیث اخر‘‘**اور پھر علی،ابو ہریرہ،عائشہ اور انس رضی اللہ عنہم سے منقول باب سے متعلقہ روایات کی تخریج کی ہے۔**(التعلیق الحسن علی آثار السنن،ص:۱۱۴)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وفی الباب کہہ کر باب سے متعلقہ دیگر روایات کی تخریج کرنے سے فائدہ کیا ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرز عمل سے کئی سارے فوائد پیش نظر ہوتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔اس بات کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے کہ یہ متن فلاں فلاں صحابی سے منقول ہے۔

۲۔اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے،مشہور ہے یا متواتر ہے۔

۳۔کثرت طرق کی وجہ سے یہ بات خود واضح ہو جاتی ہے کہ مذکورہ روایت کا متابع یا شاہد موجود ہے،جس کی وجہ سے اس کی ثقاہت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

۴۔تخریج حدیث کا کام ہو جاتا ہے،جس کی وجہ سے محدث وفقیہ کے سامنے مختلف طرق آجاتے ہیں اور وہ بصیرت کے ساتھ کسی حدیث پر حکم لگا سکتا ہے۔

۵۔حدیث کے باب میں اضافہ ہو جاتا ہے،جس کی بناء پر اس باب سے متعلق مختلف پہلو کھل کر سامنے آجاتے ہیں،کسی حدیث میں کوئی لفظ مجمل ہو اور تخریج کر کے تمام طرق کو دیکھ لیا جائے تو خود بخود اس اجمال کی تفصیل ہو جاتی ہے۔

۶۔خصوصاً اس زمانے میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ کثرت طرق کی وجہ سے دل میں وہ شبہ پیدا نہیں ہوتا جو منکرین حدیث کی جانب سے خبر واحد کے بارے میں پھیلایا جا رہا ہے۔

۷۔رواۃ صحابہ اور غیر رواۃ میں تمیز ہو جاتی ہے،خصوصا متعلقہ باب کے بارے میں معلوم ہو جاتا ہے اس میں کن کن صحابہ سے روایات منقول ہیں اور کن سے نہیں۔

۸۔ایک ہی باب سے متعلق مختلف احادیث یکجا مل جاتی ہیں، جیسا امام مسلم رحمہ اللہ نے کیا ہے۔

۹۔مرسل اور مسند روایت کا علم حاصل ہوجاتا ہے۔

۱۰۔مرفوع وموقوف روایات کا پتہ ہوجاتا ہے۔

۱۱۔اختلاط اور غیر اختلاط سے آگاہی حاصل ہوجاتی ہے، مثلاً کسی مصنف نے روایت ایسے شخص سے نقل کی ہو جو اختلاط کے عیب میں مبتلا ہوگیا ہو، اور مصنف نے اس بات کی صراحت نہ کی ہو کہ یہ روایت اختلاط سے پہلے زمانے کی ہے یا بعد کے زمانے کی، اب (وفی الباب میں موجود تمام روایات کی) تخریج سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ روایت انہوں نے اختلاط سے پہلے لی ہے یا بعد میں، مثلاً کسی ایسے راوی کی سند سے حدیث ذکر کی جن کے بارے میں یہ یقینی ہے کہ وہ اختلاط سے پہلے ہی نقل کرتے ہیں۔

۱۲۔مجہول ومعروف کا پتہ چل جاتا ہے

۱۳۔کنیت وغیر کنیت کا پتہ چل جاتا ہے۔

۱۴۔مدلس کی عنعنہ والی روایت کوتقویت مل سکتی ہے، مثلاً مؤلف نے جو روایت نقل کی ہو وہ مدلس کے عنعنہ کے ساتھ ہو، تخریج سے کوئی ایسی روایت سامنے آجائے جو دوسرے صحابی سے منقول ہے اور اس میں مدلس راوی ہے ہی نہیں، یا مدلس راوی ہے لیکن روایت میں عنعنہ نہیں، بلکہ سماع کی تصریح موجود ہے۔

۱۵۔مبہم وغیر مبہم کا علم حاصل ہوجاتا ہے، مثلاً کسی راوی نے سند میں کسی راوی کا ابہام کے ساتھ ذکر کیا ہو اور تخریج کے بعد پتہ چلے کہ فلاں روایت فلاں شخص سے منقول ہے کسی اور سے نہیں تو پہلے راوی کے ابہام کا علم ہوجائے گا کہ کس راوی کو مبہم چھوڑا تھا، جس سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔

۱۶۔جہاں روایت مہملاً ذکر کی ہو اس کی تعیین ہوجاتی ہے۔

۱۷۔علو اسناد کا علم ہوجاتا ہے۔

۱۸۔روایاتِ صحیحہ وغیر صحیحہ کا علم حاصل ہوجاتا ہے۔

۱۹۔حدیث غیر مشہور پر اطلاع ہوجاتی ہے۔

۲۰۔اس سند میں جو علت موجود ہو اس کا پتہ چل جاتا ہے۔

۲۱۔اس میں اضافے کی طرف اشارہ ہوجاتا ہے، کیونکہ ''وفی الباب'' سے کتاب میں مذکورہ روایت کے علاوہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، مذکورہ روایت مراد نہیں ہوتی، اس لئے یہ ''وفی الباب'' والی روایت اضافہ ہوئی، چونکہ وہ حدیث مراد نہیں لیتے، بلکہ اس باب میں لکھی جانے کے قابل دیگر احادیث کی طرف اشارہ بھی کر لیتے ہیں۔

• کتاب کی تالیف میں نادرونایاب کتب سے استفادہ:

مؤلفؒ کے رسالہ ''تردید السیف''، مطبوعہ ۱۳۱۲ھ کے آخری صفحہ میں یہ اشتہار ہے:

''بالفعل ''آثار السنن'' نام ایک کتاب حدیث شریف میں قابل درس بطور مشکوٰۃ مختلف کتب احادیث سے انتخاب کرکے تنقید اسانید کے ساتھ مع ''التعلیق الحسن علی آثار السنن'' میں لکھ رہا ہوں، جو حنفیہ کے لئے نہایت بکار آمد ہے...... میرا قصد ہے ہندوستان کے نامی کتب خانوں کے علاوہ مصروروم وحجاز کی قلمی کتابوں سے بھی اس میں مدد لی جائے، امید کہ جن صاحب کے پاس حدیث شریف کی کوئی نایاب قلمی کتاب ہوتو اس سے مطلع فرمائیں اگر مجھے ضرورت ہوگی خود پہنچ کراس سے مستفید ہوں گا''۔ (حاشیہ القول الحسن، ص:۱۵)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''ان حواشی میں محدثانہ ومحققانہ وطور پراکثر احادیث کے وہ علل غامضہ بیان کئے گئے ہیں جس کے اظہار سے اسفار قوم خالی ہیں، اس مجموعہ ثلاثہ کی تالیف میں کتب مطبوعہ مصر و ہند کے علاوہ بہت سے نامی کتب خانوں کی نایاب قلمی کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے، جن کی زیارت کو اکابر اہل علم کی آنکھیں ترستی ہیں، اس کی زیادہ قدر وہی وسیع النظر اہل علم کرسکتے ہیں جن کوفن حدیث میں مذاق کامل ہے''۔ (حاشیہ القول الحسن، ص:۱۶)

ان دو اقتباسات سے کتاب کی تالیف میں مؤلف کی گئی محنت کا بخوبی اندازہ لگایا سکتا ہے۔ اور الحمدللہ موصوف اپنی اس کاوش میں مکمل کامیاب بھی ہوئے کہ اس کتاب کی تالیف کے بعد بھی ایک عرصہ تک جو کتب سامنے آئیں وہ بھی ان کتب کے حوالہ جات سے خالی دکھائی دیتی ہیں جن سے مؤلف نے دوران تالیف استفادہ کیا، بطور مثال مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب ''تحفۃ الاحوذی'' (المتوفی: ۱۳۵۳ھ) کی ''ابکار المنن'' لے لیجئے جو کہ موصوف نے آثار السنن کی تردید میں مرتب کی ہے، ان کے کلام میں جابجا مؤلف نیموی پر نقد کے دوران اس بات کا اظہار پایا جاتا ہے کہ وہ خود باوجود بلند پایہ محدث کہلائے جانے کے ایسی بہت سی کتب کی دید سے بھی محروم رہے جن کا مؤلف نے حوالہ دیا ہے، چنانچہ مولانا عبدالرشید فوقانیؒ ابن النیموی نے اپنی عربی تالیف ''القول الحسن فی الرد علی ابکار المنن'' میں باب التیمم میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ ''مستدرک حاکم''، ''مصنف عبدالرزاق''، اور ''سنن کبریٰ'' بیہقی کا حوالہ مؤلف کے ہاں جابجا پایا جاتا ہے جبکہ مولانا مبارکپوری ان کتب سے ماخوذ روایات کے جواب سے اعتذار کرتے نظر آتے ہیں۔ نیز مؤلف کی حوالہ جاتی کتب میں ان کے علاوہ بھی اہم کتب احادیث شامل ہیں جن تک مبارکپوری صاحبؒ کی رسائی نہ ہوسکی۔

قبولیت عامہ

آثارالسنن کے زمانہ تالیف سےلیکرآج تک جس قدر بھی حنفی محدثین آئےتقریباہرایک نے اپنی کتاب میں مؤلف کی اس نادرہ روزگار کتاب سے نہ صرف استفادہ کیا ہے، بالکہ ان کی تحقیقات کواپنی کتابوں میں من وعن نقل کیا ہے، خاص طور پرامام ربانی مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اپنی کتاب ''بذل المجھوذ''میں، محقق انیق مولانا ظفراحمد عثمانیؒ ''اعلاء السنن''میں، امام العصرعلامہ انورشاہ کشمیریؒ اپنے متعدد رسائل میں، محقق جلیل علامہ شبیراحمد عثمانیؒ ''فتح الملہم''میں، محدث العصرعلامہ محمد یوسف بنوریؒ ''معارف السنن''میں، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ ''اوجزالمسالک''میں مؤلف کی تحقیقات کوجابجا اپنی کتب کی زینت بناتے رہے ہیں، جوکہ حدیث کی دنیا میں اس کتاب کےاوراس کے مؤلف کےاستنادکاواضح ثبوت ہیں۔

نیز یہ کتاب مؤلف کی حیات سےلیکرآج تک پاک وہند کے مدارس عربیہ میں متوسط درجہ کےطلبہ کےنصاب کا بھی حصہ ہے،جس سےاس کتاب قبولیت روز روشن کی طرح واضح ہے۔

☆......احادیث نبویہ کی جانچ پڑتال سکھانے والی کتاب:

جیسا کہ ماقبل ذکرکردہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ مؤلف کے اندازتحقیق (اسانید ومتون) سےاپنے زمانہ کے کبار اہل علم بےحد متاثر تھے،اورانہوں نے کھلےلفظوں میں مؤلف کی تحقیقات کوخراج تحسین پیش کیا ہے،اورمؤلف کے محدثانہ مقام کوتسلیم کیا ہے، لہذابلاخوف تردید کہاجاسکتا ہے کہ علوم حدیث کے وہ طلبہ جن کی ساری کدوکاوش کامحور ہی احادیث نبویہ کی اسانیداورمتون کی جانچ پڑتال کا سیکھنا ہوتا ہے،اورخصوصاعلل حدیث جیسے دقیق موضوع کی عملی مشق کی سمجھ بوجھ کے سلسلہ میں ان کیلئے مؤلف کا طرزتحقیق اس راہ میں پیش آنے والی پیچیدگیوں کوسمجھنے اورحل کرنے کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔

☆......مبتدی ومنتہی کے لئے یکساں مفید کتاب:

یہ کتاب جس طرح ایک منتہی کے لئے علم وتحقیقات کا ایک بحربیکراں سے ہے،جس کی بناء پر یہ ہردور کے محققین کی منظورنظر رہی ہے،اسی طرح یہ ایک مبتدی کیلئے سہل الاستفادہ کتاب بھی ہے،اس کی وجہ اس کے متن اورحواشی میں موجوداسنادی ومتنی تحقیقات کے مابین ''التعلیق الحسن'' کاالگ عنوان لگا کراسے متن کتاب سے امتیاز دینا بھی ہے، جس سے متن فقط راوی ومحولہ کتاب کے نام، روایت کے حکم، روایات کےتعارض کی صورت میں مختصراًتطبیق،اورکہیں کہیں اشارتاً ''وفی الباب'' کہہ کر باب سے متعلقہ دیگرمرویات کی طرف اشارہ کرکےاوربعض دفعہ ذکرکردہ

احادیث سے مستفاد امور کا ذکر کر کے متن سے متعلقہ تمام اہم معلومات کو دو تین سطروں میں سمیٹ کر بیان کر دیتے ہیں، جس سے ایک مبتدی کو بہت آسان انداز میں اس کا مقصود بلا کسی کد ومحنت کے ہاتھ آ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ تالیف سے لیکر آج تک یہ کتاب برصغیر کے عربی مدارس کے متوسط درجات کے نصاب کا حصہ ہے، اور اس طرح اس کتاب سے ایک متوسط درجہ کا طالب علم بھی بآسانی استفادہ کر سکتا ہے۔

تکملہ کی ضرورت

چونکہ علامہ شوق نیمویؒ اپنی عمر کی صرف چوالیس بہاریں ہی دیکھ پائے تھے کہ وقت اجل آ پہنچا، اس لئے ان کا یہ عظیم شاہکار طہارۃ، صلوٰۃ، جنائز، اور زکوٰۃ کے چند ابواب سے آگے نہ بڑھ سکا، اور موجودہ کتاب فقط جنائز تک ہی محدود ہے، اس کے بعد زکوۃ کے حصے کا آج تک علم نہ ہو سکا کہ اس کے نہ چھپنے کی کیا وجوہات ہیں، واللہ اعلم۔

بہر حال کتاب اپنی جگہ لوگوں کے دلوں میں گھر کر چکی تھی، اور اپنی ضرورت وافادیت کا لوہا منوا چکی تھی، اس لئے کئی حضرات اس کے تکملہ کی طرف متوجہ بھی ہوئے، مگر کام اس قدر کٹھن اور محنت طلب تھا کہ سب تھک ہار کر بیٹھ گئے، جس کی بناء پر یہ عظیم شاہکار آج تک تشنہ تکمیل ہے، اور منتظر ہے کہ کوئی باہمت دوبارہ مؤلف کے خطوط پر چلتے ہوئے اس کی تکمیل کرے۔ ولعل اللّٰہ یحدث بعد ذلك امرا۔

آثار السنن کی جدید طباعت

آثار السنن جس قدر توجہ کی متقاضی تھی اسی قدر قدیم وجدید اہل مطابع نے اس سے بے التفاتی کی، یہی وجہ ہے کہ آج تک اس کے شایان شان کوئی ایڈیشن سامنے نہ آ سکا، مادر علمی جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے شعبہ مجلس دعوت وتحقیق اسلامی نے اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے مؤلف کے تصحیح کردہ نسخہ عظیم آباد جو مؤلف کی حیات ہی میں شائع ہوا، اور مؤلف نے اس کا بالغور مطالعہ کر کے اس کے آخر میں اغلاط نامہ بھی شائع کیا، جس پر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا قلمی حاشیہ بنام ''الاتحاف لمذہب الاحناف'' بھی سپرد قلم کیا، اور مؤلف کی نظروں سے اوجھل مزید کچھ طباعتی غلطیوں کی اصلاح بھی کی، اس سمیت پانچ قدیم وجدید نسخوں کے تقابل وتصحیح کے بعد جدید طرز طباعت کے تقاضوں کے ہم آہنگ حال ہی میں اس کا ایک جدید ایڈیشن شائع کیا ہے، جو سابقہ متداول نسخوں کی غلطیوں سے مبرا ہونے کے ساتھ ساتھ مؤلف کے تالیف کردہ بین السطور اضافہ جات سے بھی مزین ہے، امید ہے اہل علم حضرات مادر علمی کی اس عظیم کاوش کی قدر فرمائیں گے۔